ماہنامہ

نئی دہلی

منادی

بارگاہِ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی کا



ایڈیٹر
خواجہ حسن ثانی نظامی

معاون مدیر
خواجہ سید مہدی نظامی

منادیا ینادی للایمان

بارگاہِ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء

محبوب الٰہیؒ سے ایمان اور امن کی ندا دینے والا

اور ان کے جانشین

امام المشائخ شمس العلماء حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کی یادگار

منادی

ماہنامہ — نئی دہلی

منادی ۱۹۲۶ء سے جاری ہے یہ انسٹھویں جلد (۱۹۸۴ء) کا پانچواں شمارہ ہے

درگاہ شریف اور منادی کے بارے میں خط وکتابت کرنے اور قیمت جمع کرانے کا پتہ۔

خواجہ حسن ثانی نظامی

ڈاکخانہ حضرت نظام الدین اولیاء نئی دہلی ۱۱۰۰۱۳

سالانہ قیمت پندرہ روپے

غیر ممالک سے تین پونڈ

فی پرچہ ایک پرچہ ۵۰ پیسے

فہرست

سرخ لکیر

عنوان کے نیچے ایک سرخ لکیر کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی ادا کردہ منادی کی قیمت اس شمارے سے ختم ہوگئی اور دو لکیروں کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ شمارے سے ختم ہو جائے گی۔ جلد منی آرڈر کے ذریعہ قیمت بھیج کر ممنون فرمایئے یا وی پی کی اجازت دیجیے۔ وی پی میں آپ کے تین روپے پچیس پیسے زائد خرچ ہوں گے۔

(منیجر)

محبوبِ محبوب الٰہیؒ

شمس العلماء، مصور فطرت امام المشائخ حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کا

تینتیسواں ۳۳ سالانہ عرس

حضرتؒ کی درگاہ واقع بستی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ محبوب الٰہیؒ

۱۷-۱۸ ماہ حج ۱۴۰۴ھ کو منعقد ہوگا۔ عرس کی پہلی فاتحہ ۱۰ ماہ حج کو حضرت کے یوم وصال پر حسب معمول ہوگی اور روزانہ فاتحہ کا سلسلہ انشاء اللہ ۱۸ ماہ حج تک جاری رہے گا۔ جو عام اجتماع کے دن ہیں۔ سب پیر بھائیوں اور نظامیہ سلسلہ کے وابستگان سے درخواست ہے کہ وہ عرس شریف میں شرکت کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔ اور جو لوگ دہلی آنے سے قاصر ہیں وہ عرس شریف کے نذر و نیاز میں حصہ لیں اور حضرت کی روح پر فتوح کو ثواب پہنچائیں۔

۱۷ ماہ حج کو صبح بعد نماز فجر خواجہ ہال بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ نئی دہلی میں انشاء اللہ حلقہ بسم اللہ شریف اور تلقین کی محفل اور فوائد الفواد شریف کا ماہانہ درس ہوگا۔ شام کو بعد نماز عصر حلانے چاہا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کے مزار مبارک سے حضرت خواجہ صاحبؒ کے مزار شریف کے لیے غلاف کا جلوس آئے گا اور بعد نماز مغرب فاتحہ، نعت و منقبت اور قوالی کی محفل ہوگی اور طعام لنگر پیش کیا جائے گا۔

۱۸ ماہ حج کو بعد نماز فجر قرآن خوانی اور نو بجے قل شریف اور قوالی کا پروگرام ہے۔ دن کو گیارہ بجے حضرت محبوب الٰہیؒ کے مزار شریف پر سترہویں شریف کا ماہانہ قل اور طعام لنگر۔ اور شام کو بعد نماز عصر خواجہ ہال میں حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کی مشہور تصنیف "نظامی بنسری" پر سیمینار ہوگا جس میں اہل علم مقالے پڑھیں گے اور اس کے بعد انشاء اللہ طعام لنگر پیش کیا جائے گا۔

بیرون دہلی سے آنے والے پیر بھائیوں سے درخواست ہے کہ اپنی آمد کی تاریخ اور ہمراہیوں کی تعداد سے مطلع فرمائیں تاکہ ان کے قیام کا بندوبست رہے

تشریف آوری کا منتظر
(خواجہ) حسن ثانی نظامی
حجرۂ قدیم درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نئی دہلی ۱۱۰۰۱۳

ٹیلی فون 619807

تار کا پتہ: خاجگان۔ نئی دہلی

شروع بنام اللہ قلم کار کل نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الفاتحہ

عرفات کی دُعا

(فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں یہ دُعا پڑھی تھی)

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا۔ اَللّٰھُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ وَسَاوِسِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ وَفِتْنَۃِ الْقَبْرِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی اللَّیْلِ وَشَرِّ مَا یَلِجُ فِی النَّھَارِ وَشَرِّ مَا تَھُبُّ بِہِ الرِّیَاحُ لَبَّیْکَ اِنَّمَا الْخَیْرُ خَیْرُ الْاٰخِرَۃِ۔

(ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ اسی کا سارا ملک ہے اور اسی کی تمام تعریفیں ہیں، اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! تو میرے دل میں نور بھر دے اور میرے کانوں میں بھی نور بھر دے۔ اور میری آنکھوں میں بھی نور بھر دے۔ اے اللہ تو میرا سینہ کھول دے اور میرے کام میرے لیے آسان کر دے۔ اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اپنے دل کے وسوسوں سے اور پراگندہ امور سے اور قبر کی آزمائش سے اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو رات میں سامنے آئیں، اور ان چیزوں کے شر سے جو دن میں پیش آئیں اور ان چیزوں کے شر سے جو ہوائیں اپنے ساتھ اڑا کر لائیں۔ میں حاضر ہوں (تیرے دربار میں)، اور اس کے سوا نہیں کہ خیر تو بس آخرت کی خیر ہے (وہی تجھ سے) مانگتا ہوں)

فوائد الفواد

ملفوظات سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی رح

از صاحب الفضل حضرت حسن علا سجزیؒ —— ترجمہ : حسن ثانی نظامی دہلوی

رمضان اور تراویح کا ذکر

ماہ مبارک رمضان کی دسویں، ہفتے کو قدمبوسی کی سعادت میسر آئی۔ اس وقت خواجہ ذکر اللہ بالخیر دھوپ سے سائے میں آئے تھے۔ زبان مبارک سے ارشاد ہوا کہ رسول علیہ السلام نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ سورج کے سامنے نہ بیٹھو کہ اس سے چہرے طراوت جاتی رہتی ہے ....

..... اس کے بعد فرمایا کہ شیخ کبیر حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ افطار کرنے کے بعد شغل میں مصروف ہو جاتے اور زبردست مشغولیت ہوتی یہاں تک کہ نماز عشا کا وقت ہو جاتا۔ افطار کے وقت سے رات کی نماز تک خاصا وقفہ ہے .....

پھر نماز تراویح کا ذکر آیا۔ بندے سے پوچھا کہ نماز گھر میں پڑھتے ہو یا مسجد میں۔ بندے نے عرض کی گھر میں پڑھتا ہوں لیکن امام صالح (بدل گئے) ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ قبل ازیں مسجد جمعہ میں تراویح کے اندر ختم تھا۔ بندے نے عرض کیا کہ مولانا شرف الدین امام ہر رات کو ایک سیپارہ پڑھتے تھے۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے فرمایا کہ ہاں میں نے بھی ایک رات ان کے پیچھے نماز پڑھی تھی اگرچہ اس رات بارش تھی اور گلیوں میں بڑی کیچڑ تھی گر میں گیا تھا اور نماز پڑھی تھی۔ بہت اچھا اور خوب پڑھتے ہیں کہ حروف کے مخارج کا جو حق ہے وہ ملحوظ رہے۔ اس نسبت سے یہ حکایت بیان فرمائی۔ ایک دانشمند سنام کے تھے ان کو مولانا دولت یار کہتے تھے۔ وہ بھی بہت اچھا پڑھتے تھے کہ کوئی اس طرح نہیں پڑھ سکتا تھا۔

جمعرات ماہ مبارک رمضان کی پندرھویں قدم بوسی کی دولت حاصل ہوئی۔ تراویح کا ذکر نکلا۔ فرمایا کہ تراویح سنت ہے اور ایک ختم تراویح میں سنت ہے چاہے ایک رات میں پڑھیں چاہے تیس راتوں میں۔ ایک ختم تراویح میں سننا چاہیے پھر فرمایا کہ تراویح سنت ہے اور جماعت سنت ہے اور تراویح میں ایک ختم سنت ہے۔ بندے نے عرض کی کہ یہ سنت رسول علیہ السلام ہے یا سنت صحابہ رضوان اللہ علیہم ؟ فرمایا کہ سنت صحابہ ہے۔ رسول علیہ السلام نے ایک روایت سے تین رات ادا کی ہیں۔ اور دوسری روایت سے ایک رات البتہ اس سنت کی پابندی عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں کی حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ سنت صحابہ کو بھی کیا سنت کہتے ہیں ؟ فرمایا کہ ہمارے مذہب میں کہتے ہیں۔ البتہ امام شافعی کے مذہب میں سنت وہی ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

پھر امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمتہ اللہ علیہ کا قصہ آیا کہ وہ ماہ مبارک رمضان میں اکسٹھ ختم کرتے تھے۔ ایک تراویح میں اور تیس ۳۰ دن کے وقت اور تیس ۳۰ رات کو۔ اس کے بعد فرمایا کہ انھوں نے چالیس سال صبح کی نماز سونے وقت کی نماز کے وضو سے پڑھی۔ پھر فرمایا کہ اتنے علماء اور دانشمند ہو گزرے ہیں۔ کون جانتا ہے کہ کہاں گئے اور کون تھے۔ یہ نام جو باقی ہے حسن معاملہ کے سبب ہے اور یہ حیات معنوی ہے یہ آسانی سے نہیں ملتی۔ شبلیؒ و جنیدؒ کب تھے لیکن لوگ محسوس کرتے ہیں کہ کل اور پرسوں گذرے ہیں یہ سب حسن معاملہ کے سبب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

محدثین اور صوفیاء

(مولانا سید سلیمان ندوی کا ایک مکتوب)

السلام علیکم - آپ کا خط پاکر مجھے بڑی خوشی ہوئی کیونکہ ایک مدت کے بعد مجھے ایسے کسی خوش خیال نوجوان سے مکاتبت کا اتفاق ہوا - آپ جس راہ پر ہیں وہ بالکل ٹھیک ہے بشرطیکہ اس راہ اور رائے کے مطابق آپ کو عقیدہ اور عمل کی سعادت بھی حاصل ہو اور انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا - بحمد اللہ کہ آپ نے فقہا اور محدثین کے درمیان تطبیق کی راہ پالی ہے تو اب محدثین اور صوفیا کے درمیان راہ پانا بھی مشکل نہ ہوگا۔

محدثین بھی صوفیہ گزرے ہیں، امام ابن حنبل، عبداللہ بن مبارک، امام بخاری و مسلم و ترمذی سب ہی صوفی حقیقی تھے اور اصطلاحًا محدثین میں امام ابونعیم اصفہانی صاحب حلیۃ الاولیاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی طریقہ قادریہ کے بانی حنبلی المشرب اور ٹھیٹھ محدث تھے - ان کی کتاب غنیۃ الطالبین چھپی ہوئی ہے اور آپ پڑھ سکتے ہیں۔ حافظ ابن قیم کی صوفیت پر ان کی کتاب منازل السائرین و مدارج السالکین گواہ ہے۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ہیں، ان کے مکتوبات کا مطالعہ آپ کر سکتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے اخلاف صدق محدثین دہلی بھی صوفی تھے اور ان کی تصانیف موجود ہیں۔ مولانا اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سلوک کو صراط مستقیم نام کتاب میں مرتب کیا ہے جو طبع ہو کر بار بار شائع ہوئی ہے اس کو بھی آپ پڑھ سکتے ہیں۔

لیکن بات یہ ہے کہ حضرات محدثین رحمہم اللہ پر بحیثیت محدث ہونے کے صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے حالات و کمالات کے جاننے اور دوسروں کو سنانے کا فرض عائد ہوتا ہے۔

یعنی ان کا یہ فرض نہیں کہ وہ یہ بتائیں کہ ان حالات و کمالات کی حقیقت کیا ہے اور ان کے حصول کی تدابیر کیا ہیں کیونکہ یہ بھی ایک فن ہو گیا ہے۔ جس طرح فقہ اور کلام اور فرائض و تفسیر و حدیث ایک ایک مستقل فن ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی اصطلاحیں ہیں اس کی علمی و نظری مشکلات ہیں، جن کے سمجھانے کے لیے فقہا، مفسرین اور متکلمین کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح فن سلوک کے لیے سالکین کاملین کی ضرورت ہوتی ہے جو اس فن کی عملی دقتوں کو رفع کریں۔

یہ فن نظری سے زیادہ عملی ہے اس کے لیے کاملین کی ضرورت ہے جو اپنے حسن اعتقاد اور عمل کے لحاظ سے اسوۂ نبوی کا نمونہ ہوں جو اپنے اعمال، آداب، اخلاق، عادات اور اتباع اور اوراد و اذکار ہی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہوں جن کی صحبت میں پرتو نبوی کا اثر ہو، اور جن کا سلسلہ صحبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت تک منتہی ہو جن کا اصطلاحی نام شجرہ ہے جس طرح فن روایت میں اس کا نام سلسلہ ہے۔

اس مفہوم کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے کہ "علم حدیث جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کا سلسلہ ہے یہ سلوک حضور کی صحبت کا سلسلہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سارا فیض صحبت نبوی کی تاثیر کا نتیجہ تھا۔ ان کے بعد صحابہ کے فیض سے تابعین اٹھے اور تابعین کے فیض صحبت سے تبع تابعین کا ظہور ہوا۔ یہ تینوں دور ایسے ہیں جن میں پچھلی جماعت، اگلی جماعت سے بحیثیت جماعت کے متاخر ہے۔ مگر ہر دور میں جماعت کم اور کیف یعنی تعداد اور حالت میں کم ہوتی گئی۔ تبع تابعین کے بعد جب فتنوں کا ظہور ہوا تو تعداد اور بھی کم ہوگئی اب جماعت کی صحبت جماعت سے جاتی رہی، اب اشخاص کاملین کی صحبت سے اشخاص با استعداد کے پیدا ہونے کا سلسلہ ہوا جس کا نام متاخرین نے ارادت یا پیری مریدی رکھ دیا ہے ورنہ قدما اور سلف صالحین کی اصطلاح صحبت ہی کی تھی، مرید کو صاحب یعنی صحبت یافتہ کہتے تھے جیسے امام محمد اور قاضی ابویوسف کو صاحب امام ابوحنیفہ کہتے ہیں۔ اسی طرح حضرت شبلی و جنید کے مرید بھی صحبت یافتہ کہلاتے تھے جیسے یوں کہتے تھے کہ فلاں شخص نے شبلی کی صحبت اٹھائی ہے یا جنید کی صحبت اٹھائی ہے۔ یہ رسمی بیعت جو ایک مدت سے رواج پذیر ہے یہ محض رسم و عرف ہے اور جس کا مقصد یہ ہے کہ پیر و مرید کا باہمی معاہدہ ہے کہ پیر اپنے علم کے مطابق تعلیم و تربیت اور خیرخواہی میں کمی نہ کرے گا۔ اور مرید اس کی تعمیل میں کوتاہی نہ کرے گا۔ اور اس کی اصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں ہے کہ آپؐ کبھی خاص خاص صحابہ سے اور کبھی حاضر مجلس صحابہ سے امور خیر کی بیعت لیتے تھے تاکہ جن سے بیعت لی جائے ان میں اس معاہدہ کی اہمیت ہو اور وہ اس کی تعمیل میں پوری ہمت صرف کریں اور ان کو یہ خیال رہے کہ ہم نے اس بات کا معاہدہ کیا ہے اس کے خلاف کرنے میں جھجکپاہٹ محسوس ہو اور چونکہ جس کے ہاتھ پر یہ معاہدہ کیا جاتا ہے اس سے عقیدت اور محبت ہوتی ہے اور یہی عقیدت و محبت اس کے ہاتھ پر معاہدہ کیے ہوئے امور کی تعمیل پر آمادہ کرتی رہتی ہے۔ یہی اس بیعت کا حاصل ہے۔ شیخ اپنے سلسلے کے ارادت مندوں کو امور خیر کی تعلیم دیتا ہے ان کے حقائق سے باخبر کرتا ہے۔ ان کی تعمیل کا طریقہ بتاتا ہے اور سالک کے ذہنی اور عملی مشکلات کو حل کرتا رہتا ہے، مثلاً غرور بری چیز ہے، اب یہ امر کہ غرور کی حقیقت کیا ہے اور غرور کہتے کس کو ہیں۔ اور اس سے بچنے کی تدبیر کیا ہے اور آیا ہمارا فلاں کام غرور کی حد میں داخل ہے کہ نہیں، اس کا جواب نہ خالص محدث دے سکتا ہے اور نہ خشک فقیہہ ان کو حل کرسکتا ہے نہ مفسر بتا سکتا ہے اور نہ متکلم ان کی عقدہ کشائی کرسکتا ہے۔ اب ان سوالات کا جواب جو کچھ بھی دے سکتا ہے وہ شیخ طریقت ہے جو ممکن ہے کہ محدث بھی ہو، فقیہہ بھی ہو مفسر بھی ہو یا نہ ہو، تو بہتر ہے، نہ ہو تو حرج نہیں مگر متبع ضرور ہو جس نے اپنے بزرگوں سے ان کو سیکھا یا جانا یا اس نے خود کتاب و سنت سے ان امور کی واقفیت پیدا کی ہے اور عمل کرکے اس رتبہ پہ پہنچا ہے کہ غرور و تکبر سے اپنی استعداد کے مطابق پاک و صاف ہو گیا ہے اور دوسروں کو بھی اپنی تعلیم و صحبت سے ایسا ہی بنا سکتا ہے۔

اسی تقریر کو ایک اور نہج سے ذہن نشین کراتا ہوں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں دو صفتیں تھیں یعلمھم الکتاب والحکمۃ (یعنی آپؐ لوگوں کو کتاب الہٰی اور سنت نبویؐ کی تعلیم دیتے ہیں) ویزکیھم (یعنی آپؐ لوگوں کو عملاً بھی پاک و صاف بنا دیتے ہیں۔ ان کے رذائل

کو دور کر کے ان کے فضائل سے آراستہ کرتے ہیں، ذاتِ پاکؐ میں یہ دونوں صفتیں یکجا رہیں۔ تابعین میں کچھ کمی رہی تاہم ان میں بھی خاصی یکجائی رہی۔ تبع تابعین میں آکر یہ یکجائی ایک محدود حلقہ میں رہ گئی۔ اس کے بعد سے یہ یکجائی صرف اشخاص میں ہونے لگی ورنہ عام طور پر حال یہ ہو گیا کہ یعلّمھم یعنی زبانی تعلیم کی صفت تو علماء اور فقہا نے اختیار کر لی۔ اور یزکیھم یعنی تزکیہ کو صوفیہ نے اپنا کام بنا لیا۔ پہلی چیز مدرسہ میں چلی گئی اور دوسری خانقاہوں میں۔ مگر ہر دور میں بحمد اللہ تعالیٰ ایسے کاملین ضرور ہوتے گئے جو ان دونوں صفتوں کے جامع اور حامل تھے اور وہی درحقیقت وارثِ نبوت تھے۔ مثلاً ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان ان دونوں کا جامع تھا۔ ان کے جانشینوں میں بھی یہی جامعیت تھی۔

آج کل یہ ہو گیا ہے کہ یعلّمھم یعنی تعلیم نبوتؐ کی خدمت علماء کا شغل ہے اور یزکیھم یعنی تزکیہ کا شغل صوفیہ کا ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ یہ دونوں صفتیں یکجا ہوں۔

ہمارے اس بیان میں صوفیہ سے مقصود رسمی صوفی نہیں، جو درحقیقت دکاندار ہیں، بلکہ وہ متبعین سنت مراد ہیں، جنھوں نے علماً و عملاً اس راہ کو کمال حاصل کیا ہے اور منزل مقصود تک پہنچے ہیں۔ صوفی اور تصوف کے لفظ بھی بعض لوگوں کو بھڑک ہوتی ہے سو یہ اصطلاحی نام ہے جو لفظی بدعت ہے جس طرح تفسیر اور مفسر، حدیث اور محدث، فقہ اور فقیہ کی اصطلاحیں ان کے خاص جدید معنوں میں صحابہ کے عہد میں مروج نہ تھیں، یہ لفظ زمانہ میں اگرچہ بولے گئے ہیں اور یہ عربی زبان کے لفظ بھی ہیں مگر ان کے اصطلاحی معنی ان سے مختلف ہیں۔۔۔۔۔۔۔ یہی حال تصوف اور صوفی کا ہے۔ خواہ یہ لفظ صوف سے نکلا ہو، یعنی پشمینہ پوشی سے جو زہد کی علامت تھی، یا فلسفہ لفظ کی طرح یہ یونانی تھیاسوفی سے آیا ہو، لفظ کی بحث نہیں۔ تاہم یہ لفظ بے شبہ بدعت ہے۔ یعنی بنا ہے اور باہر سے آیا ہے مگر اس کی حقیقت بدعت نہیں ہے۔ قرآن پاک کی اصطلاح میں اس کو اخلاص کہیے اور حدیث کی رو سے اس کو احسان کا نام دیجیے اور کام کے لحاظ سے اس کو اخلاص فی الدین اور تقویٰ کے حصول کا فن کہیے۔ ولا مشاحۃ فی الاصطلاح۔

یہ امر بے شبہ صحیح ہے کہ جس طرح دوسرے فنون میں غیر جگہوں سے چیزیں آکر شامل ہوتی ہیں مثلاً فقہ کے لیے اصول فقہ تیار ہو گیا اور قیاس نے ایک فنی صورت اختیار کر لی۔ علم کلام و عقائد میں فلسفہ داخل ہو گیا۔ اور منطقی و فلسفی دلائل و حجج و براہین کا شیوع ہوا۔ اسی طرح اس علم احسان و اخلاص میں بھی بعض باتیں باہر سے آگئی ہیں۔ جن کو خواہ تدبیر کے درجہ میں لاکر مان لیا جائے یا ان سے بھی احتیاط پرہیز برتا جائے۔ دونوں پہلو ہو سکتے ہیں، مگر اس سے اصل فن پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا۔ اس فن کی جو اصطلاحیں بنی ہیں وہ افہام و تفہیم کی سہولت کی خاطر اختیار کی گئی ہیں۔ ان سے بھڑکنا حماقت ہے جب کوئی چیز فن بن جاتی ہے تو اصطلاحات سے چارہ نہیں ہو سکتا۔

اب اس فن کے مسائل پر آئیے۔ مسائل اولین یہ ہیں۔

رذائل کیا کیا ہیں۔ اور ان رذائل کی حقیقت از روئے قرآن و حدیث کیا ہے اور ان رذائل کی بیخ کنی کیونکر ہو۔ ان کے بالمقابل فضائل کیا ہیں۔ ان کی حقیقت کیا ہے اور ان کے حصول کی تدبیر کیا ہیں

ہم غلیبت سے کیونکر بچیں، ریا سے کیونکر محفوظ رہیں۔ جھوٹ بولنا کیونکر ہم سے چھوٹ جائے اور اس کے بالمقابل صدق مقال اور اخلاص عمل کیسے پیدا ہو، توکل صبر و شکر، استقامت کیسے حاصل ہو۔ ہمارے قلب سے دنیا کی محبت کیسے نکلے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اس میں کیسے بیٹھے

وتبتل الیہ تبتیلا (خدا کی طرف سب سے کٹ جاؤ) اور رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ (ایسے لوگ جن کو بیع و فروخت وغیرہ دنیا کے اشغال خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتے) یہ حالت ہم کو کیسے حاصل ہو اور ان فرائض قلبی کے ادا کرنے کا طریق کیا ہے۔ نماز میں قنوت یعنی خوف و خشوع کیونکر پیدا ہو۔ اکل حلال کیا ہے۔ تقویٰ کیسے ہو ایمان باللہ تعالیٰ کیونکر قوی ہو، دوام ذکر کیسے حاصل ہو وغیرہ۔

یہاں تک تو میں نے تصوف فن کی حقیقت کا ذکر کیا ہے اور ان غلطیوں کو دور کرنا چاہا ہے جو اس کے متعلق عام لوگوں میں شائع ہیں۔ اب آپ کا سوال یہ ہے کہ یہ کہاں ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ہر علم و عمل کے ماہر عہد بعہد کم ہوتے جا رہے ہیں اسی طرح اس کے بھی بہت کم ہیں۔ علمائے غزنویہ امرتسر کی تعریف میں نے سنی تھی ہے جو محدث اور صوفی ایک ساتھ تھے پہلے علمائے اہل حدیث میں بھی ایسے لوگ تھے اور اب بھی ہوں گے۔ میرے علم میں سیالکوٹ کے مولانا ابراہیم صاحب کو ضرور ان امور سے مناسبت ہے گو مدت سے ان سے ملاقات نہیں ہوئی علمائے احناف میں بھی بحمد اللہ لوگ ہیں۔

(شکریہ البیان پشاور، بذریعہ صدق جدید لکھنؤ)